16

جماعت احمدیہ کی کامیابی کا صحیح راستہ

(فرمودہ 28 جون 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"ہر ایک شخص اور ہر ایک کام کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک رستہ مقرر کیا ہوا ہے اور چونکہ دنیا میں مختلف نوعیت کے کام اور مختلف لوگ ہیں اس لئے مختلف کاموں اور مختلف مقامات میں رہنے والے انسانوں کے لئے مختلف رستے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کسی مکان کی طرف جانا چاہتا ہے اور وہ اس مکان کے شمال کی طرف رہتا ہے تو اس مکان تک پہنچنے کے لئے اس کا رستہ جنوب کی طرف ہو گا اور ایک شخص جو اس مکان کے جنوب کی طرف رہتا ہے اور وہ اس مکان کی طرف آنا چاہے تو اس کا رستہ شمال کی طرف ہو گا۔ اسی طرح مشرق میں رہنے والا اگر اس مکان کی طرف آنا چاہتا ہے تو اس کا رستہ مغرب کی طرف ہو گا اور مغرب میں رہنے والا اس مکان کی طرف آنا چاہتا ہے تو اس کا رستہ مشرق کی طرف ہو گا۔ مکان ایک ہے لیکن مختلف آدمیوں کے لئے اس تک پہنچنے کے رستے مختلف ہیں۔ شمال کے ساکن کے لئے جنوب کی طرف جانا ضروری ہے اور جنوب کے ساکن کے لئے شمال کی طرف جانا ضروری ہے۔ اسی طرح مشرق کے ساکن کے لئے مغرب کی طرف جانا ضروری ہے اور مغرب کے ساکن کے لئے مشرق کی طرف جانا ضروری ہے۔ کسی اور غیر معلوم مکان کے ذکر کی کیا ضرورت ہے؟ اپنی نمازوں کو ہی دیکھ لو ہندوستان کے عام آدمی بوجہ اپنی جہالت اور ناواقفیت کے

خیال کرتے ہیں کہ ساری دنیا مغرب کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتی ہے۔ حالانکہ کعبہ کی طرف مُنہ کرنے کے لئے کچھ حصہ دنیا کا مغرب کی طرف مُنہ کرتا ہے اور کچھ حصہ دنیا کا مشرق کی طرف مُنہ کرتا ہے۔ اسی طرح کچھ حصہ دنیا کا ایسا ہے جو جنوب کی طرف مُنہ کرتا ہے اور کچھ حصہ دنیا کا ایسا ہے جو شمال کی طرف مُنہ کرتا ہے۔ یمن کے رہنے والے اور عدن میں بسنے والے جب نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو وہ مغرب کی طرف مُنہ نہیں کرتے بلکہ خانہ کعبہ اور بیت اللہ سے اپنا تعلق رکھنے کے لئے شمال کی طرف مُنہ کرتے ہیں کیونکہ وہ جنوب میں رہتے ہیں۔ اسی طرح شام، دمشق اور فلسطین کے لوگ جب نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو وہ ہماری طرح مغرب کی طرف مُنہ نہیں کرتے اور اگر کریں تو ان کا مُنہ قبلہ کی طرف نہیں ہو گا۔ اسی طرح وہ یمنیوں اور عدنیوں کی طرح شمال کی طرف مُنہ کر کے بھی نماز نہیں پڑھتے بلکہ وہ چونکہ مکہ سے شمال کی طرف رہتے ہیں اس لئے وہ جنوب کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایبے سینیا اور ایسٹ افریقہ کے لوگ جہاں ہمارے احمدی دوست بھی اکثر جاتے اور ملازمتیں یا تجارتیں وغیرہ کرتے ہیں ہماری طرح مغرب کی طرف مُنہ کر کے نماز نہیں پڑھتے۔ وہ یمنیوں اور عدنیوں کی طرح شمال کی طرف بھی اپنا مُنہ نہیں کرتے۔ وہ شامیوں، دمشقیوں اور فلسطینیوں کی طرح جنوب کی طرف مُنہ کر کے بھی نماز نہیں پڑھتے بلکہ وہ مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ مکہ سے مغرب کی طرف رہتے ہیں۔ پس ہم چار ملکوں کے لوگ چار مختلف جہات کی طرف مُنہ کرتے ہیں مگر ہم سب اس ایک بات میں متحد ہیں کہ ہمارا مُنہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ جب ہم مغرب کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو ہمارا مُنہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ جب یمنی اور عدنی شمال کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو ان کا مُنہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ جب شامی، دمشقی اور فلسطینی جنوب کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو ان کا مُنہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے اور جب ایبے سینیا، ایسٹ افریقہ اور نیروبی کے لوگ مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو ان کا مُنہ بھی قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ غرض مختلف ملکوں میں رہنے والے مختلف آدمیوں کے لئے خانۂ کعبہ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے مختلف رستے ہیں۔ ہم اگر تعلق پیدا کرنا چاہیں تو ہمارا رستہ مغرب کی

طرف ہے۔ یمنی اور عدنی خانۂ کعبہ سے تعلق پیدا کرنا چاہیں تو ان کا رستہ شمال کی طرف ہے۔ دمشق، شام اور فلسطین کے لوگ خانۂ کعبہ سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہیں تو ان کا رستہ جنوب کی طرف ہے اور اگر ایبے سینیا، نیروبی اور ممباسہ وغیرہ کے لوگ خانۂ کعبہ سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہیں تو ان کا رستہ مشرق کی طرف ہے۔

غرض دنیا میں مختلف آدمی ہیں اور ہر ایک کے لئے الگ الگ رستہ مقرر ہے۔ اگر ایک ہندوستانی یہ کہے کہ جب میں نیروبی میں تھا تو مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھا کرتا تھا اب ہندوستان میں آ کر میں مغرب کی طرف کیوں مُنہ کروں تو وہ خدا تعالیٰ کی حکم عدولی کرنے والا ہو گا۔ اسی طرح اگر ہندوستان کے رہنے والے نیروبی اور ممباسہ میں جائیں اور کہیں کہ ہم مغرب کی طرف مُنہ کر کے ہی نماز پڑھیں گے مشرق کی طرف مُنہ نہیں کریں گے تو ان کی نماز نہیں ہو گی کیونکہ اس وقت ان کا رستہ مشرق کی طرف ہے نہ کہ مغرب کی طرف۔ یہی حال باقی جہات کا ہے۔ پھر جہات کے علاوہ کونے ہیں۔ کوئی شمال مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کوئی جنوب مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتا ہے، کوئی شمال مغرب کی طرف اپنا مُنہ کرتا ہے اور کوئی جنوب مغرب کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ پھر کونے در کونے ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان سے جہات بہت کچھ بدل جاتی ہیں۔ ہندوستان میں بہت سے ایسے علاقے ہیں جن کا قبلہ کچھ جنوب کی طرف ہے مگر ہندوستان میں بالعموم مغرب کی طرف مساجد کا محراب بنا دیا جاتا ہے اور یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ قبلہ کا صحیح رخ کون سا ہے حالانکہ اگر پنجاب سے ایک سیدھی لکیر کھینچی جائے تو اس کے عین مغرب میں دمشق آئے گا خانۂ کعبہ نہیں آئے گا۔ خانہ کعبہ پنجاب سے کچھ جنوب کی طرف ہے اور اگر پندرہ ڈگری کے قریب جنوب کی طرف جھکا جائے تب خانۂ کعبہ صحیح سمت میں آتا ہے ورنہ نہیں۔

بہرحال چونکہ جہت کا پورا اندازہ عام حالات میں ناممکن ہوتا ہے اس لئے علماء نے اندازہ کی خفیف غلطی پر کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر ملک کے اندر کئی کئی ٹکڑے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے ہی بعض ٹکڑے ایسے ہیں جہاں کے رہنے والوں کا مُنہ اگر نماز کے وقت عین مغرب کی طرف ہو تو صحیح طور پر قبلہ کی طرف ہو گا لیکن

کچھ حصے ایسے ہیں جن کا قبلہ جنوب کی طرف کچھ جھکتا ہؤا ہے اور کچھ حصے ایسے ہیں جن کا قبلہ اور زیادہ جنوب کی طرف جھکتا ہؤا ہوتا ہے۔

غرض مختلف انسانوں اور مختلف کاموں کے لئے مختلف رستے مقرر ہیں۔ مثلاً اگر کسی نے عام مکان میں داخل ہونا ہو تو اس کی صورت یہی ہے کہ دروازہ میں سے داخل ہو لیکن اگر کسی نے مثلاً اہم سرکاری دفتر میں داخل ہونا ہو تو اس کے لئے صرف اتنا کافی نہیں ہوگا کہ دروازہ میں سے داخل ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہوگا کہ وہ داخل ہونے سے پہلے پرمٹ اور اجازت حاصل کرے۔ غرض مختلف لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف رستے مقرر کئے ہوئے ہیں مگر بعض لوگ نادانی سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ فلاں رستہ چونکہ فلاں نے اختیار کیا تھا اور اس پر چل کر وہ کامیاب ہو گیا اس لئے ہمارے لئے بھی اسی رستہ پر چلنا مفید ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑی مصیبت یہی ہے۔

دنیا میں ترقی کرنے والی قومیں اپنی ترقی کے لئے مختلف تدابیر عمل میں لاتی ہیں۔ وہ تعلیم میں بڑھتی ہیں، وہ سائنس میں ترقی کرتی ہیں، وہ اپنے جتھا کو مضبوط بناتی ہیں، وہ دوسری قوموں سے سمجھوتے کرتی ہیں، وہ خوشامدیں کرتی ہیں، وہ مداہنت سے کام لیتی ہیں، وہ دھوکا اور فریب سے اپنے مقصود کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور مسلمان خیال کر لیتے ہیں کہ شاید ان کی کامیابی کا رستہ بھی یہی ہے کہ کچھ دین میں مداہنت کر لی، کچھ عقائد میں تبدیلی کر لی، کچھ فریب کاری اور ملمع سازی اختیار کر لی تاکہ یورپین اقوام اور حاکم ان سے خوش رہیں۔ اگر ہندوستان میں اس بات کا زور ہؤا کہ مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیئے تو مسلمان علماء بھی یہی کہنے لگ گئے کہ جہاد ضرور ہونا چاہیئے اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ کہا کہ اس وقت جہاد ضروری نہیں تو جن لوگوں سے ہمیں روٹیاں ملتی ہیں ان سے روٹیاں ملنی بند ہو جائیں گی لیکن اگر گاندھی جی کا زور ہؤا اور لوگوں نے کہا کہ "اہنسا"[1] کامیابی کا ذریعہ ہے تو وہی مسلمان یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ جہاد کسی صورت میں جائز نہیں حالانکہ گاندھی جی جس "اہنسا" کے قائل ہیں وہ سارے زمانوں کے لئے ہے۔ وہ اسلام کی طرح یہ نہیں کہتے کہ بعض اوقات تلوار اٹھانا ضروری ہوتا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ تلوار کو کسی حالت اور کسی زمانہ میں

بھی نہیں اٹھانا چاہیئے مگر مسلمان مولویوں کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ گاندھی جی کی تعلیم اسلام کے خلاف ہے یا اس کے مطابق بلکہ انہوں نے جب دیکھا کہ ہندوستان میں "اہنسا" "اہنسا" کا شور مچ رہا ہے تو انہوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ جہاد کسی صورت میں جائز نہیں۔ حالانکہ ایک وقت وہ تھا جب یہی علماء یہ کہا کرتے تھے کہ کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوتا جب جہاد لوگوں پر واجب نہ ہو مگر دوسرا وقت انہی علماء پر ایسا آیا کہ انہوں نے کہہ دیا جہاد کسی وقت بھی جائز نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ دونوں ایسی خطرناک باتیں ہیں کہ جن کے ماتحت مسلمان کہلانے والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آدھی زندگی بالکل کچل کر رکھ دی ہے۔ اگر جہاد ہر وقت فرض ہوتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی قابلِ اعتراض ٹھہرتی ہے اور اگر جہاد کسی وقت بھی فرض نہیں ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ غرض جس طرح بعض لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ انہوں نے الٰہی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔2 اسی طرح انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے آپ کی پاک اور مطہر زندگی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ کبھی کہہ دیا کہ جہاد ہر وقت فرض ہوتا ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ جہاد بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے اور کوئی وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب جہاد کرنا جائز نہ ہو وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ گویا ان کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی قابلِ اعتراض تھی اور وہ نَعُوْذُ بِاللہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف گزری۔ اور کبھی گاندھی جی کے اثر کے ماتحت کہہ دیا کہ "اہنسا" اور عدم تشدد ہی اصل چیز ہے۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی نَعُوْذُ بِاللہ گناہوں سے ملوث تھی۔

غرض ان لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کبھی ایک کو قبول کر لیا اور دوسرے کو پھینک دیا اور کبھی دوسرے کو قبول کر لیا اور پہلے کو پھینک دیا۔ حالانکہ وسطی طریق وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا کہ یہ جہاد بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے جب وہ شرائط پائی جائیں تو اس وقت جہاد کرنا ضروری ہوتا ہے اور جو جہاد نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گنہگار ہوتا ہے لیکن بعض زمانوں میں جب وہ شرائط مفقود ہوں یہ جہاد ناجائز ہوتا ہے اور اس وقت جو شخص جہاد کرتا ہے

وہ گنہگار ہوتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے جس نے محمد ﷺ کی مکی زندگی کو بھی ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا اور محمد ﷺ کی مدنی زندگی کو بھی ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔ اگر کوئی کہے کہ بعض زمانوں میں جہاد کرنا انصاف کے خلاف ہوتا ہے تو ہم کہیں گے بے شک یہ درست بات ہے۔ ہمارے محمد ﷺ نے بھی مکی زندگی میں جہاد نہیں کیا اور اگر کوئی کہے کہ کبھی انصاف کے قیام اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھانا بھی ضروری ہوتا ہے تو ہم کہیں گے یہ بالکل درست ہے۔ ہمارے محمد ﷺ نے بھی انصاف کے قیام اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے مدینہ میں تلوار اٹھائی۔ گویا ہمارے سامنے جو تعلیم بھی پیش کی جائے اس کے متعلق رسول کریم ﷺ کا کوئی نہ کوئی اسوہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو گا۔ اگر محبت اور پیار سے کام لینے اور صبر کے ساتھ دوسروں کے مظالم برداشت کرنے کا سوال ہو تو لوگوں کے سامنے محمد ﷺ کی مکی زندگی پیش کر سکتے ہیں کہ کس طرح متواتر تیرہ سال تک آپ نے کفار کے مظالم اور ان کی تکالیف کو برداشت کیا اور اگر کوئی شخص ہمارے سامنے یہ بات پیش کرے کہ بعض ایسے گندے اور بد فطرت لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو بغیر اس کے کہ ان کا مُنہ توڑا جائے اپنے ناپاک عزائم سے باز نہیں آتے اور وہ نیکی اور تقویٰ کو دنیا سے مٹانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا علاج مقابلہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا۔ تو ہم کہیں گے محمد ﷺ کی ذات میں یہ اسوہ بھی موجود ہے۔

آج کانگرس کو دیکھ لو اس نے کس طرح مجبور ہو کر اسی اصل کو اختیار کیا ہے جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور کس طرح اسی نے گاندھی جی کے "اہنسا" کے اصول کو کلیۃً تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یا تو یہ حالت تھی کہ گاندھی جی کو تمام کانگرسیوں نے اپنا لیڈر بنایا ہؤا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ "اہنسا" ایک کامیاب ہتھیار ہے اور یا آج یہ حالت ہے کہ اسی ہفتہ میں کانگرس نے ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے جس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ کانگرس "اہنسا" کو اس حد تک تسلیم نہیں کر سکتی جس حد تک گاندھی جی اسے منوانا چاہتے ہیں اور چونکہ گاندھی جی ملک پر بیرونی حملہ کے وقت میں بھی "اہنسا" سے ہی کام لینا ضروری خیال کرتے ہیں اور کانگرس کو اس سے اتفاق نہیں اس لئے کانگرس گاندھی جی کو لیڈری سے سبکدوش کرتی ہے

اور کانگرس کا کام ورکنگ کمیٹی اپنے ہاتھ میں لیتی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں یہ سب کچھ گاندھی جی کے مشورہ سے ہی ہؤا ہو گا انہوں نے کہا ہو گا کہ تم مجھے بڑھاپے میں لوگوں کے سامنے کیوں شرمندہ کرتے ہو میں ساری عمر لوگوں کو "اہنسا" کا سبق دیتا چلا آیا ہوں اب اگر میں نے ہی اس کے خلاف کہا تو لوگ مجھے کیا کہیں گے اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم مجھے لیڈری سے سبکدوش کر دو اور خود جو چاہو پروگرام بنالو۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ انہوں نے تو لڑنا ہی نہیں۔ لڑنا تو ملک کے دوسرے لوگوں نے ہے۔ پس ان کی علیحدگی سے کام کا نقصان تو کوئی ہو گا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیا کہ بجائے اس کے کہ تم میرے مُنہ سے یہ کہلواؤ کہ اب "اہنسا" سے کام لینے کا وقت نہیں رہا تم مجھے "اہنسا اہنسا" کرنے دو اور خود ملکی دفاع کے لئے تلواریں جمع کرتے رہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ گاندھی جی کامیاب لیڈر رہیں مگر یہ کون سی کامیابی ہے کہ ایک شخص ساری عمر "اہنسا اہنسا" کا شور مچاتا رہتا ہے مگر جب اس کی عمر میں ہندوستان پر ایک ہی نازک وقت آتا ہے تو اس وقت سارے ہندوستان کے لوگ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ اب "اہنسا" سے کام نہیں چل سکتا اور وہ اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ "اہنسا" کے خلاف آواز اٹھائیں اور ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا جو گاندھی جی کا ساتھ دے۔ فارورڈ بلاک والے پہلے ہی الگ تھے اب کانگرس کا دوسرا حصہ بھی گاندھی جی سے الگ ہو گیا اور اس نے بھی علی الاعلان کہہ دیا کہ ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ ہر حالت اور ہر زمانہ میں اہنسا سے کام لیا جا سکتا ہے بلکہ ملک کو جب بیرونی حملے کا خطرہ ہو تو اس وقت اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ تلوار کا تلوار سے مقابلہ کیا جائے اور چونکہ اس اصول میں ہمیں گاندھی جی سے اختلاف ہے اس لئے ہم انہیں لیڈری سے سبکدوش کرتے ہیں اور تمام کام اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ گویا وہی تعلیم آگئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے سامنے پیش فرمائی۔ اب وہی مولوی جو یہ کہا کرتے تھے کہ "اہنسا" ہی اصل چیز ہے یہ کہنے لگ جائیں گے کہ "اہنسا" ہر حالت میں قابل عمل نہیں۔ بعض دفعہ سختی سے کام لینا بھی ضروری ہوتا ہے مگر کون شخص ہے جو اس عرصہ میں اپنی جگہ سے نہ ہلا؟ وہ کون شخص ہے جس کی تعلیم پچاس سال تک ایک انچ بھی ادھر ادھر نہ ہوئی؟ وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔ کبھی آپ کی قوم کو یہ کہنے کی ضرورت پیش

نہیں آئی کہ یہ تعلیم ہمارے کام نہیں آسکتی اس میں تبدیلی ہونی چاہیے جیسے گاندھی جی کی قوم نے ان سے کہہ دیا۔ بھلا اس سے زیادہ ناکامی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ساری عمر کی محنت، ساری عمر کی کوشش، ساری عمر کی جدوجہد اور ساری عمر کی تلقین اور تعلیم کے بعد اس کے اپنے اَتباع، اس کے نائب اور اس کی قوم کے افراد اسے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم آپ کے اصول کو ہر حالت میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ چاہے یہ مخالفت کتنے ہی نرم الفاظ میں کی جائے، چاہے کتنے ہی ریشمی کپڑوں میں لپیٹ کر کی جائے بہر حال یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے گاندھی جی سے کہہ دیا کہ ہم آپ کی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں اور اس وجہ سے ہم آپ کو لیڈری سے سبکدوش کر کے خود اپنے ہاتھ میں تمام کام لیتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے جو معنے کئے تم بتاؤ کہ اسے کب منسوخ کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ وہ نہ آج سے دس سال پہلے منسوخ ہوئی نہ آج منسوخ ہے اور نہ آئندہ کبھی منسوخ ہو سکتی ہے۔ کتنی صاف سیدھی واضح اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے کہ جب تم پر کوئی ظلم کرے تو اسے برداشت کرو اور برداشت کرتے چلے جاؤ مگر جب وہ تمہارے مذہب میں دست اندازی کرے اور جبراً تمہارا مذہب تم سے چھڑانا چاہے اور ان اعمال میں دخل دے جو افراد کی مذہبی آزادی سے تعلق رکھتے ہیں تو اس وقت تمہارا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ اور تلوار کا مقابلہ تلوار سے اور سختی کا مقابلہ سختی سے کرو۔ مگر اسلام ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ انسان کی روح کبھی پاک نہیں ہو سکتی جب تک وہ قربانی اور صبر سے کام نہ لے۔ بے شک تلوار کا چلانا انسان کو بہادر بنا سکتا ہے، بے شک تلوار کا چلانا دوسروں کو مرعوب کر سکتا ہے، بے شک تلوار کا چلانا انسان کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا سکتا ہے جیسے ہٹلر اور مسولینی کا نام آج بچے بچے کی زبان پر ہے مگر تلوار کا چلانا انسانی روح کو پاک نہیں بنا سکتا۔ اگر کسی کو روح کی پاکیزگی کی خواہش ہو تو اس کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ اپنے اندر صبر اور استقلال اور قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کرے اور لوگوں کے مظالم کو خوشی سے برداشت کرے۔ پس اگر خالی تلوار چلانا ہی رکھا جاتا تو روح کی پاکیزگی کا سامان بہت کمزور ہو جاتا۔

بے شک نماز بھی انسانی روح کو پاک کرتی ہے، بے شک روزہ بھی انسانی روح کو

پاک کرتا ہے، بیشک حج بھی انسانی روح کو پاک کرتا ہے، بے شک زکوٰۃ بھی انسانی روح کو پاک کرتی ہے مگر روح کو مکمل پاک کرنے کے لئے نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کے ساتھ صبر اور برداشت کے مادہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور جب تک یہ نہ ہو انسانی روح پورے طور پر پاک نہیں ہو سکتی۔

پس اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ انسانوں کو پاک کرنے کے یہ دونوں طریق رکھ دیئے۔ چنانچہ ابتدائے اسلام میں ایک زمانہ تو وہ گزرا ہے جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اعلیٰ درجہ کی روحانی تکمیل کے لئے حکم دے دیا کہ ماریں کھاؤ اور صبر کرو، گالیاں سنو اور برداشت کرو مگر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کی اجازت دے دی کہ تلوار کا تلوار سے مقابلہ کیا جائے۔3 تاکہ جرأت اور بہادری کے اخلاق بھی ان میں پیدا ہوں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ کمال کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتا تھا اور اس نے ان امتحانوں میں سے گزار کر انہیں بہت بڑے روحانی مقامات عطا فرمائے۔ اگر کہو کہ جب اسلام غالب آ گیا اور اس کی حکومت قائم ہو گئی تو پھر صبر کا نمونہ دکھانے کا کون سا موقع ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو غلبہ کی صورت میں بھی خود اپنے لوگوں کے ساتھ معاملات میں صبر کے مواقع نکلتے رہتے ہیں لیکن اس کے علاوہ اسلام نے غلبہ کے وقت میں بھی لڑائیوں پر حد بندیاں لگا کر صبر اور برداشت کی طاقت پیدا کرنے کے سامان کر دیئے ہیں۔ وہ مسلم کو حکم دیتا ہے کہ جب کوئی دشمن صلح کے لئے ہاتھ بڑھائے تو انکار نہ کرو۔ 4 اسی طرح لڑائی کے متعلق ایسے قواعد مقرر کیے ہیں جو انسان کو نفسانی غصہ نکالنے سے باز رکھتے ہیں۔ اس کے برخلاف اب جو لڑائیاں ہوتی ہیں وہ بالکل اور اصول پر لڑی جاتی ہیں۔ مثلاً اب لڑائی میں جب کوئی فریق ہتھیار رکھ دیتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ جب تک تم بالکل ہمارے تابع نہ ہو جاؤ اس وقت تک لڑائی ہم تم سے بند نہیں کر سکتے۔ جیسے جرمنی اور فرانس کے مقابلہ میں جب فرانس والوں نے کہا کہ ہم ہتھیار رکھتے ہیں ہم سے صلح کر لی جائے تو جرمنی نے کہا کہ ہرگز نہیں جب تک تم اپنے تمام ہتھیار اور سامان حرب ہمارے قبضہ میں نہ دے دو ہم تم سے لڑائی بند کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن قرآن

یہ کہتا ہے کہ جنگ کی حالت میں جب دشمن تمہیں صلح کا پیغام دے تو فوراً اس کو قبول کر لو اور اسی وقت لڑائی بند کر دو۔ اور یہ امر انسانی نفس پر جس قدر گراں گزرتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک فاتح جرنیل جب اپنی فوج لئے دشمن کے علاقہ کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور دشمن شکست پر شکست کھاتا چلا جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے مقابلہ کو جاری رکھا تو میں اسے کلی طور پر ذلیل اور رسوا کر دوں گا اس وقت اگر دشمن صلح کی درخواست کرے تو اسلام کہتا ہے اس کے بعد تمہارے لئے لڑائی کرنا کسی صورت میں جائز نہیں اور خواہ تمہارے دلوں میں کتنا ہی جوش پیدا ہو تمہارا فرض ہے کہ لڑائی بند کر دو اور اگر جاری رکھو گے تو گنہگار ٹھہرو گے۔ ایسے مواقع پر طبائع میں جس قدر جوش پیدا ہوتا ہے اس کا پتہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگ سکتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صحابہؓ سمیت مدینہ سے مکہ کو عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اہل مکہ اس وقت بالکل بے بس تھے۔ ان کا لشکر تھوڑا تھا اور ان کے مددگار دور دور تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس ایک ایسی حجت تھی کہ اگر اس وقت لڑائی ہو جاتی تو ساری دنیا اہل مکہ پر لعنت کرتی اور وہ یہ کہ آپ لڑائی کے لئے نہیں بلکہ عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ غرض مکہ والے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے اور آپ مکہ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ ایک مقام پر آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابہ نے اس کو اٹھانا چاہا تو آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا جس خدا نے اصحاب الفیل کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا اسی خدا نے میری اس اونٹنی کو روکا ہے۔5 مطلب یہ کہ خدا نہیں چاہتا کہ دشمن سے لڑائی ہو۔ ہمیں اس وقت بغیر عمرہ اور طواف کئے واپس چلے جانا چاہیئے۔ صحابہؓ نے اس وقت بہت جوش دکھایا اور ان کی حالت اس قسم کی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا اُن کی روحیں متزلزل ہو گئی ہیں۔ حضرت عمرؓ جیسا ایماندار انسان یہ دیکھ کر بے تاب ہو گیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کو یہ رؤیا نہیں ہوا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور ہم نے عمرہ کیا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرؓ خدا نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال یہ رؤیا پورا ہو گا۔ جب وقت آئے گا خدا تعالیٰ ہمیں عمرے کا موقع دے دے گا مگر اب انہوں نے

صلح کی درخواست کی ہے جسے ہم رد نہیں کر سکتے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم واپس چلے جائیں۔ اسی طرح وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔6

غرض اسلام صبر کی دونوں حالتوں میں تلقین کرتا ہے۔ اس وقت بھی جب دشمن کی طرف سے ظلم ہو رہا ہو اور اس وقت بھی جب انسان لڑائی کرتے ہوئے دشمن پر غالب آرہا ہو مگر وہ صلح کی درخواست کر دے۔ ایسی حالت میں بھی اسلام یہی نصیحت کرتا ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیتے ہوئے لڑائی کو فوراً بند کر دیا جائے اور دشمن سے انتقام لینے کے لئے اسے ذلیل اور رسوا نہ کیا جائے۔ جہاد کے متعلق یہ اسلامی ہدایات اسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں پر جہاد فرض ہوتا ہے مگر بعض زمانے ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں سالہا سال تک لڑائی جھگڑوں سے مجتنب رہنے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسیحی صفت انبیاء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کے زمانہ میں کُلّی طور پر نسلوں کی نسلوں اور قوموں کی قوموں کو خاموشی سے دن گذارنے پڑتے ہیں جیسے حضرت مسیح ناصری کی امت نے سینکڑوں سال اسی حالت میں گذارے۔

یہی حال اب ہمارا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور جنہیں آپ کی صحابیت کا شرف حاصل ہؤا ان کا کثیر حصہ فوت ہو چکا ہے اور اب بہت ہی کم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رہ گئے ہیں۔ زیادہ تر ان لوگوں کی ہی تعداد ہے جو بعد میں پیدا ہوئے مگر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کثیر صحابہ فوت ہو چکے ہیں اور باوجود اس کے کہ اب کثرت اس نسل کی ہے جو بعد میں پیدا ہوئی ابھی ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ صبر کرو استقلال دکھاؤ اور گریہ وزاری اور دعاؤں سے کام لو کیونکہ ہماری کامیابی کا یہی رستہ ہے کہ ہم دعاؤں سے کام لیں، تلواروں کے ذریعہ ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی مگر ہماری جماعت کے سب لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور نہ سب اپنی کامیابی کے اس طریق پر یقین رکھتے ہیں۔ میں تو دیکھتا ہوں جماعت کے بعض دوستوں کے دلوں میں یہ وسوسے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں کہ وہ حکومتیں نہیں آئیں، وہ طاقتیں نہیں آئیں

جن حکومتوں اور جن طاقتوں کے ملنے کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی تمام قوت اور ان کی تمام طاقت خدا تعالیٰ نے دعاؤں میں ہی رکھی ہے نہ کہ حکومتوں اور سطلنتوں میں۔ تمہاری مثال درحقیقت اس بچہ کی سی ہے جو ابھی دودھ پی رہا ہوتا ہے اور ماں اسے اپنی چھاتی سے چمٹائے پھرتی ہے۔ اور وہ لوگ جو دشمن سے لڑائی کیا کرتے ہیں ان کی مثال اس جوان کی سی ہوتی ہے جو اپنی ماں کے پہلو میں کھڑا ہو کر اس کی حفاظت کے لئے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس شخص کی حالت رشک کے قابل ہوتی ہے جو اپنی ماں کی حفاظت کے لئے لڑ رہا ہو مگر کبھی اس کے دل میں بھی اس بات پر رشک پیدا ہوتا ہے کہ جیسے چھوٹے بچے کو ماں نے اپنی چھاتی سے لگا رکھا ہے اسی طرح وہ بھی اپنی ماں کی گود میں ہوتا۔ پس تم کیوں سمجھتے ہو کہ وہ حالت قابلِ رشک ہے اور یہ نہیں۔ جیسے وہ حالت قابلِ رشک ہے اسی طرح یہ حالت بھی قابلِ رشک ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے تمام کام اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں۔ بے شک چھوٹا بچہ بعض دفعہ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں خود چلنا چاہتا ہوں کیونکہ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں بھی دوسروں کی طرح اکڑوں اور دوسروں کی طرح چل پھر کر کام کاج کروں مگر جب وہ اکڑتا یا تھوڑی دیر کے لئے ہی چلتا پھرتا ہے تو گر پڑتا ہے کیونکہ ابھی وہ اسی قابل ہوتا ہے کہ ماں کی گود میں بیٹھا رہے اور اس کی چھاتی سے دودھ پیئے۔

مسیحی صفت انبیاء کے ابتدائی زمانوں میں بھی خدا تعالیٰ اپنی جماعت کو اپنی گود میں بٹھاتا اور اسے رحمت اور عرفان کا دودھ پلاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ جاتا ہے جب دنیوی برکات سے بھی اسے متمتع کر دیا جاتا ہے مگر روحانی برکات کے مقابلہ میں دنیوی برکات کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

پس ہماری جماعت کو اپنا مقام سمجھتے ہوئے دعاؤں اور نمازوں کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ اس غرض کے لئے ہر محلہ میں اس بات کی نگرانی ہونی چاہیئے کہ لوگ مساجد میں نماز باجماعت کے لئے آتے ہیں یا نہیں؟ اور جو لوگ مسجدوں میں آنے میں سست ہوں انہیں نصیحت کرنی چاہیئے کہ وہ باجماعت نماز پڑھا کریں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ

جماعت کے اندر بہت سی اصلاح ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ مساجد میں پہلے سے زیادہ لوگ نمازیں پڑھنے آتے ہیں مگر پھر بھی ابھی بہت کچھ توجہ کی ضرورت ہے۔ بُری صحبت نوجوانوں کو بہت خراب کر دیا کرتی ہے اس لئے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جو بچے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں انہیں بد صُحبتوں سے بچا کر مساجد سے ان کا تعلق بڑھایا جائے۔ ذکر الٰہی کی عادت ڈالی جائے اور بجائے اس کے کہ وہ گپیں ہانک کر اپنے وقت کو ضائع کیا کریں انہیں تسبیح و تحمید اور رسول کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی تلقین کی جائے۔ جس دن ہماری جماعت میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں گی اسی دن ان کی دعاؤں میں بھی برکت پیدا ہو جائے گی۔ اب کئی لوگ دعائیں تو کرتے ہیں مگر بعد میں شکایت کرتے ہیں کہ نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مساجد سے ان کا تعلق نہیں ہوتا اور نہ ذکر الٰہی کی طرف ان کی توجہ ہوتی ہے۔ اگر وہ مسجدوں میں باقاعدہ آیا کریں تو ان کی دعاؤں میں بھی تاثیر پیدا ہو جائے کیونکہ خدا تعالیٰ سے کچھ مانگنے کا اصل مقام خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور خدا تعالیٰ کا گھر مسجدیں ہیں۔ اگر تم اپنے کسی دوست سے کوئی چیز مانگو اور فرض کرو کہ اس کا نام جلال الدین ہو تو تمہارے لئے ضروری ہو گا کہ تم اس کے گھر پر پہنچ کر اسے آواز دو اور اپنی حاجت اس کے سامنے پیش کرو لیکن اگر تم اپنے گھر میں بیٹھ کر ہی کہتے رہو کہ میاں جلال دین مجھے روٹی دینا، میاں جلال دین مجھے پانی دینا تو تمہیں روٹی اور پانی نہیں مل سکے گا۔ ہاں اگر تم اس کے گھر پر جا کر دستک دو اور روٹی اور پانی کا مطالبہ کرو تو وہ تمہیں فوراً دے دے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مقام پر مومن کی دعا کو سن لیتا ہے مگر جب اسی نے یہ شرط لگا دی ہے کہ اگر تم میرے گھر میں دعائیں مانگو گے تو مَیں انہیں زیادہ قبول کروں گا، تو تمہارے لئے بھی ضروری ہے کہ اس کے گھر جاؤ اور اس سے مانگو تا کہ وہ تم پر زیادہ سے زیادہ رحم کرے۔ پس مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں ان کو ہمیشہ نمازوں اور دعاؤں اور ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو اور بالخصوص اپنی اولاد کو مساجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا پابند بناؤ۔ اگر تم خود دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہو مگر تمہاری اولادیں اس طرف متوجہ نہیں اور نہ تمہیں ان کا کوئی خیال ہے تو درحقیقت تم نے اپنی اولاد پر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور تم سے بڑھ

کر اُن کا اور کوئی دشمن نہیں۔ اسی طرح وہ عورتیں بھی اپنی اولاد کی دشمن ہیں جن کے بچوں کو اگر بخار یا سر درد ہو جاتا ہے تو انہیں علاج کا فکر ہو جاتا ہے مگر جب خدا تعالیٰ کی عبادت کا سوال آتا ہے تو وہ اپنے بچہ کے متعلق کہہ دیتی ہیں کہ اسے کیا کہنا ہے یہ تو ابھی "نیانا" ہے۔ اس طرح بچہ اور "نیانا" کہہ کر وہ اس کی عمر کو برباد کر دیتیں اور اسے ساری عمر نیک کاموں سے محروم رہنے والا بنا دیتی ہیں۔

پس دوستوں کو چاہیے کہ وہ رستہ اختیار کریں جو اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ان کی کامیابی کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ جب تک وہ صحیح رستہ اختیار نہیں کریں گے ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہو گی جیسے ہندوستان میں بیٹھ کر نماز پڑھتے وقت کوئی شخص مشرق کی طرف مُنہ کر لے یا یمن اور عدن میں رہنے والا جنوب کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے یا شام، دمشق اور فلسطین میں رہنے والا شمال کی طرف مُنہ کر لے یا ایبے سینیا اور ایسٹ افریقہ میں رہنے والا مغرب کی طرف مُنہ کر لے۔ جس طرح ان لوگوں کی نماز قبول نہیں ہو گی اسی طرح اگر کوئی شخص اس راستہ کو اختیار نہیں کرتا جو اس کی کامیابی کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ہوا ہے تو اسے بھی کامیابی حاصل نہیں ہو گی۔ اور میں نے بتایا ہے کہ ہمارے لئے کامیابی کا رستہ یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑ کر اس کے پاس بیٹھ جائیں اور اسے کہیں کہ ہم نے جو کچھ لینا ہے تجھی سے لینا ہے۔ اگر ہم یہ طریق اختیار کر لیں تو ہماری کامیابی میں کوئی شبہ نہیں ہو گا۔ دنیا میں خواہ کوئی تغیر آئے، خواہ کتنے بڑے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں اگر ہم اس راستہ پر چلتے چلے جائیں گے تو ہماری کامیابی قطعی اور یقینی ہو گی لیکن اگر ہم خدا تعالیٰ کا رستہ چھوڑ دیں اور دوسری قوموں کی طرف دیکھ کر یہ خیال کریں کہ جس رنگ میں انہوں نے ترقی کی ہے اسی رنگ میں ہم بھی ترقی کر سکتے ہیں تو ہماری تمام کوششیں اول تو ہیں ہی حقیر اور بے حقیقت لیکن اگر دنیا کی ساری طاقتیں بھی ہمارے ساتھ مل جائیں اور ہم ان تمام طاقتوں کو استعمال میں بھی لے آئیں تب بھی ہماری ناکامی میں کوئی شبہ نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہی راستہ رکھا ہے کہ ہم اس کا دامن پکڑیں اور اس سے دعائیں کرتے چلے جائیں۔ پس اس راہ کو اختیار کرو جو خدا نے تمہارے لئے

تجویز کیا ہؤا ہے۔ اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو کبھی کامیاب نہیں ہو گے اور اگر اسے اختیار کرو گے تو سب روکوں کے باوجود کامیاب اور بامراد ہو گے۔ انشاء اللہ۔"

(الفضل 5 جولائی 1940ء)

---

1 اہنسا: ایک ہمہ گیر اخلاقی کُلّیہ جو تمام جانداروں پر لاگو ہوتا ہے۔ اس کے مطابق انسان کو سادہ زندگی گزارنی چاہیئے، کسی جاندار کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے، تمام انسانوں کو بھائی بھائی بن کر رہنا چاہیئے اور ہر قسم کے تشدد، ظلم اور جنگ وجدل سے گریز کرنا چاہیئے۔
(اردو انسائیکلوپیڈیا)

2 اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ۔ (الحجر:92)

3 اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْر۔ (الحج:40)

4 فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا۔ (النسآء:91) ، وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (الانفال:62)

5 صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اھل الحرب

6 صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اھل الحرب